انسان اور اسکا مقام فلسفہ ولی اللہی کی نظر میں

علامہ محمد صدیق ولی اللہی

انسان کبیر یا دوسرے لفظوں میں انسانیت کا طبعی تقاضہ تو یہ ہے کہ ہر انسان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں اور وہ برے اخلاق سے اجتناب کرے، اس حیثیت سے نوع انسانی کا ہر صحیح الفطرت انسان عدل انصاف، رحمدلی، حیا وغیرہ کو اچھا سمجھے گا اور چوری ظلم اور بے حیائی اور دوسرے برے اخلاق کو برا تصور کرے گا۔ خدا پاک کی عبادت اور اس کی نافرمانی کو بھی اسی پر قیاس کریں۔ لیکن جب انسان عالم شہادت یا عالم عناصر میں آتا ہے تو اس کے ساتھ حیوانیت کا اقتضا بھی لاحق ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنی استعداد کے لحاظ سے دونوں قسم کے اوصاف کا حامل ہو سکتا ہے۔ انسان کبیر یا انسانیت کے اوصاف تو اس میں پہلے سے موجود تھے۔ اب اس میں حیوانیت کے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ کھانا، پینا، اپنی تندرستی کا خیال رکھنا اور اپنی نسل کو برقرار رکھنے کا دھیان ہوتا ہے۔ اوّل کو ملکیت اور دوسرے کو حیوانیت کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں اقتضاؤں کو اعتدال پر رکھنا انسانی فطرت ہے، اسی لحاظ سے انسانی فطرت اقترابات اور ارتفاقات کو اعتدال پر رکھنے کا نام ٹھیرا۔

قرب الٰہی حاصل کرنے کا نام اقتراب ہے اور یہ شوق انسان کے روحانی نقطہ کا تقاضا ہے، معاش کا اچھے طریقوں سے حاصل کرنا ارتفاق کہلاتا ہے لیکن اس کے

ضروری ہے کہ معاش کی تلاش میں کسی پر ظلم اور تعدی نہ کیا جائے۔ یہ انسانی جسم کا تقاضہ ہے جو کہ حیوانیت اور ملکیت دونوں قوتوں کا متحمل ہے اگر صرف حیوانیت کا تقاضا دیکھیں تو اس میں یہ سب صفات رذیلہ آجاتی ہیں کمزوروں پر ظلم و زبردستی اقتدار پسندی، تکبر، سرمایہ داری، ظاہری و باطنی نجاست سے ملوث ہونا، قیامت اور اعمال کی جزا و سزا سے غافل ہونا، اور لقائے الٰہی جو روحانی حیات کا تقاضا ہے اس کو بالکل بھلا دینا، حیوان خصلت لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا وغیرہ۔

ملکیت اور حیوانیت دونوں قوتوں میں توازن برقرار رکھنا اور ان کو افراط اور تفریط سے بچانا انسانی نوع کا تقاضا ہے، اگر دونوں اقتضاؤں میں سے ایک کو کم کردے گا تو انسانیت کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انسانی طبیعت کا میلان حیوانیت کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ملکیت کو حیوانیت پر غالب رکھا جائے، جس کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ملکیت کو حیوانیت پر غالب رکھا جائے۔ جس کی یہ صورت ہے کہ حیوانیت کو نیکی اور اچھے کاموں میں لگایا جائے۔ شاہ صاحب کی رائے میں ہر جاندار کی تقدیر وہی جو اس کی صورت نوعیہ میں اس کو عطا ہوئی ہے۔ مثلاً اونٹ کی تقدیر یہ ہے کہ اس کو صورت نوعیہ دے کر الہام کیا گیا ہے کہ اپنی تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے یہ چیزیں کھائے اور یہ نہ کھائے، مثلاً اگر گھوڑے کو گوشت کھانے کی عادت پڑے تو وہ بیمار ہو جائے گا۔ اسی طرح انسان کو بھی صورت نوعیہ عطا ہوئی اور اسے یہ الہام ہوا کہ وہ حیوانیت اور ملکیت دونوں قوتوں کا باہمی توازن قائم رکھے اور حیوانیت پر ملکیت اور عقل کو غلبہ دے سوچ سمجھ کر اقتراب (خدا پرستی) اور ارتفاق (انسان دوستی) جیسے کاموں کو حاصل کرے اور اپنی سوسائٹی میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرے، دوسرے کے حقوق میں دست درازی نہ کرے اور اپنی تمام ہمت اور عقل سے اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے اور کس لئے مجھے اس انسانی سوسائٹی میں رکھا ہے، یا دوسرے لفظوں میں

خدا تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے کیا کام کیا جائے اور انسانی سوسائٹی کو کس طرح نفع پہنچایا جائے۔ یہ ہے انسان کی تقدیر۔ اگر کوئی انسان اپنی تقدیر کے خلاف کام کرے گا تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان اپنے ہم جنس حیوانات کے ساتھ حیوانیت کے کاموں میں شریک رہتا ہے جیسا کہ بھوک، پیاس، شہوت، حرص، دشمن سے لڑنا وغیرہ یہ ایسے خصائل اور عادات ہیں کہ انسان، ان خصائل میں باقی حیوانات کے ساتھ شریک ہے۔ انسان کو اس کے علاوہ دو بڑے جوہر بھی عطا ہوئے ہیں جن میں وہ منفرد ہے پہلا جوہر لقائے الٰہی کا اشتیاق اور محبت الٰہی ہے۔ یہ جوہر اس کے روح کے اندر ودیعت رکھا گیا ہے، دوسرا جوہر عقل ہے جو اس کے دماغ میں ودیعت ہے۔ پھر اس کو جسم کثیف دے کر اس عالم شہادت یا عالم اجساد میں بھیجا گیا تاکہ یہاں تعلیم پاکر آخرت کے آنے والے منازل کے لئے تیاری کرے اور اس اخروی عالم میں جو انعام واکرام ہیں ان سے حظ اٹھائے وہ جہاں اگرچہ لطیف ہے، مگر اس میں انعامات اس کثیف جہاں کے انعامات سے مشابہت رکھتے ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ ان کو جو یہ اعلیٰ درجے کے جوہر عطا ہوئے ہیں ان کی حفاظت کے لئے اپنی حیوانیت کو عقل کے ماتحت رکھ کر روح کے اندر والے جوہر کی پرورش کرے، کیونکہ اس نورانی نقطے کی پرورش اصل مقصود ہے، عالم جسمانی کثیف ہے اس کا اپنی جسمانی زندگی کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے اور پھر شیطان کی یہ شرارت جاری رہتی ہے کہ وہ حیوانیت کے دریچے سے وسوسہ ڈالتا رہے تاکہ انسان اپنی انسانیت سے گر جائے، اس سے انسان کو ہر وقت بچنا چاہیئے۔

انسان کے اندر تین اعضائے رئیسہ ہیں۔ دماغ، دل اور جگر۔ جگر انسانی بدن کا خادم ہے وہ جسمانی ضرورتوں کے لئے دماغ کو جزو تیار کرتا ہے، پھر اس ضرورت کے پورا کرنے کا راستہ سوچتا ہے اور اس کو دل کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اگر قلب نے اس راستہ کو پسند کر لیا تو وہ اپنے لشکر یعنی اعضاء کو حکم دیتا ہے کہ

اس ضرورت کو جگر کی طرف سے سوچے ہوئے راستہ سے پورا کریں۔ اگر یہ تینوں اعضائے رئیسہ آداب شرعیہ سے، یا کسی اہل کی صحبت یا ریاضت سے مہذب ہو گئے اور ان کا ملکیت کی طرف میلان ہوا تو ملائکہ کی طرف سے (جو کہ انسان کی ملکی قوت کے خادم ہیں) الہام ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انسان کے حیوانیت کے تقاضے یعنی جگر کے تقاضے عقل اور قلب کے ذریعے مقہور اور مغلوب ہو جاتے ہیں اور اس سے سوسائٹی کے قوانین کی پابندی کا رجحان بھی پیدا ہوتا ہے۔

فلسفۂ الہیات میں یہ بات مسلم ہے کہ عالم عناصر اور جو میں دو مخفی طاقتیں موجود ہیں، ذاتی طور پر ان دونوں میں کوئی شر نہیں ہے، البتہ نوع انسان کے لحاظ سے جو بھی مخفی طاقت انسان کے لئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہوگی اور انسانیت کی تکمیل میں رکاوٹ بنے گی تو ہم اس کو مضر اور نقصان دہ سمجھیں گے

جب انسان کے اندر یہ تین اعضائے رئیسہ پیدا ہو جاتے ہیں تو غذا کے ہضم در ہضم سے خون صالح پیدا ہوتا ہے اور قلب کے زور سے تمام بدن میں پھیل جاتا ہے اور دورہ کرتا ہے تاکہ ہر ایک عضو کو اس کی حیثیت کے مطابق حصہ ملتا رہے اس خون سے جو بخار پیدا ہوتا ہے اس کو روح حیوانی کہتے ہیں، اطباء اور ڈاکٹر اسی کی صحت اور تندرستی سے بحث کرتے ہیں ان کا مطمح نظر یہی روح حیوانی ہوتا ہے۔ اہل وجدان یعنی اولیائے کرام نے اپنے وجدان اور ذوق سلیم سے یہ ثابت کیا ہے کہ عرش کے اوپر ایک الٰہی تجلی اعظم قائم ہے عرش عظیم کے نیچے ایک مقام ہے جس کو حظیرۃ القدس کہا جاتا ہے۔